جناب ریاض الحسن نوری۔ لاہور

جدید انکشافات اور مذہب

کیا اب کبھی مذہب کا انکار ممکن ہے؟

قسط ۔ ۲

سٹالن کی بیٹی سونتیلانہ کی رجعت

سونتیلانہ خالص سوشلسٹ ماحول میں انقلاب کے بعد پیدا ہوئی اور تربیت کے لئے اسکو وہ لوگ ملے جو کٹر کمیونسٹ اور مثالی کمیونسٹ تھے۔ سوشلسٹوں اور کمیونسٹوں کے نکتہ نگاہ سے اس سے بہتر ماحول کے متعلق سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ اس پر سرمایہ داروں کا سایہ بھی نہیں پڑا۔ اب ذرا ان کا بیان سنئے۔ آپ لکھتی ہیں :

"یہ ماسکو میں ۱۹۶۱ء کا واقعہ ہے۔ میری عمر اسوقت ۳۵ سال کی تھی ۔۔۔۔ بچپن میں میری صحت اچھی نہ رہتی تھی۔ ہر سال اسکول میں آدھی کلاسیں ضائع ہو جاتی تھیں۔ کبھی مجھے اختلاجِ قلب کی شکایت ہو جاتی تو کبھی زکام اور کھانسی کی۔ کبھی دل کے نزدیک اعصابی دورے ہونے لگتے۔ میں افسردہ رہتی اور زود رنج طبیعت پائی تھی۔ مجھے اندھیرے، مردوں، غنڈوں اور شرابیوں سے ڈر لگتا تھا۔ میں اکثر پریشان اور فکرمند رہتی، مجھے مذہب یا مذہبی دعاؤں میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔ بچپن میں بھی میں چند ایسے ہم عمر لوگوں کو جانتی تھی جو مذہبی خیالات رکھتے تھے مگر میں ہمیشہ انہیں حیرت اور عزت سے دیکھا کرتی تھی۔"

پھر بہار آئی، اس مرتبہ میں نے محسوس کیا کہ میرے خون کے ہر قطرہ میں بہار آئی ہے ۔۔۔ پھول چہار طرف کھلنے لگے ۔۔۔۔ پہلی دفعہ میں نے زندگی میں خوشی محسوس کی ۔۔۔۔ مجھے بارش۔ دریا۔ گھاس کے سبزہ زار۔ غرض ہر چیز میں حسن نظر آنے لگا ۔۔۔۔ ان دنوں اینڈرےؔ[1] سنیاوسکی سے گفتگو کے دوران خودکشی کا ذکر چھڑ گیا۔ اس نے بتایا کہ خودکشی کرنے والا سوچتا ہے کہ وہ اپنے آپکو ختم کر رہا ہے۔ وہ صرف اپنے جسم کو ختم کرتا ہے۔ اس کے بعد روح باقی رہتی ہے۔ روح پر تو صرف خدا ہی قبضہ کر سکتا ہے۔ زندگی خدا

---

[1] یہ شخص ان دنوں روس میں ورلڈ لٹریچر کے انسٹی ٹیوٹ میں ادب کے نقاد کے عہدے پر فائز تھا۔ یہ عہدہ سرکاری تھا۔ (دیکھئے "اونلی ون ایر" ص ۲۶۶)

ہی دیتا ہے۔ اور وہی اسے واپس لیتا ہے۔ خودکشی زندگی کے قوانین میں خلل انداز ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے خودکشی گناہِ کبیرہ ہے۔ اس کے ذریعہ انسان کسی چیز سے آزادی حاصل نہیں کرتا بلکہ اپنی روحانی تکالیف میں اضافہ کر لیتا ہے...... معلوم نہیں کہ یہ ذکر کیسے چھڑ گیا مگر میری آنکھیں کھل گئیں..... کسی کو اس بات کا حق نہیں کہ وہ کسی کی زندگی چھینے یا اسے ختم کر دے۔ نہ اپنی نہ کسی اور کی۔ نہ ہی ہم زندگی بخشتے ہیں اور نہ ہی ہمیں اس کے چھیننے کا حق ہے۔ تم کسی کو قتل نہیں کروگے، یہ انسانی زندگی کی بنیاد ہے۔ زندگی ابدی اور شاندار ہے۔ ایسی ہی شاندار جیسی یہ قوس قزح۔ جیسے یہ بارش، جیسے یہ بہار کا موسم۔ زندگی پر حملہ بہت بڑا جرم ہے۔ زندگی میں مدد دینا بہت بڑی خوشی ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ اپنے آپ کو اس تمام زندگی کا حصہ سمجھے جو فرش سے عرش تک کے ستاروں تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس پہ خوشی محسوس کرے۔ اس کا شکریہ ادا کرے۔ یہی مذہبی احساس ہے۔ —— مجھے حضرت داؤدؑ کے گیتوں اور حمد میں مذہبی جذبات محسوس ہوتے —— آپؑ اپنے گرد کی زندگی دیکھ کر خوش ہوتے اور اس میں آپؑ کو خدا کی قدرت نظر آتی...... وہؑ خدا ہی سے مدد مانگتے، جب ان کو مدد کی ضرورت ہوتی۔ اپنی کمزوریاں اللہ کے سامنے ظاہر کرتے، اس سے اپنی غلطیوں کی معافی مانگتے، استغفار کرتے، اسی کا لگاتار شکر ادا کرتے۔ اس خدا کا جو انسان کی مدد کرتا ہے۔ مصیبتوں میں کام آتا ہے —— مجھے جتنی تقویت حضرت داؤد کے حمد بھرے گیتوں سے ملتی تھی۔ اتنی کسی اور چیز سے نہ ملتی[1] —— سنہ ۱۹۶۱ء کی موسم بہار میں ایک عیسائی گرجا میں جا کر میں نے لیا۔ کیونکہ میں ان لوگوں میں گھل مل جانا چاہتی تھی جو خدا میں یقین رکھتے ہیں —— پادری جانتا تھا کہ میں عیسائی بن کر پارٹی کے قانون کو توڑ رہی ہوں۔ یہ چیز میرے اور اس کے دونوں کے لئے خطرناک تھی۔ اسی وجہ سے اس نے میرا نام چرچ کے رجسٹر میں درج نہیں کیا۔

—— بچپن میں مجھے جو چیز بری بتائی گئی تھی اسکو اب میں اچھا سمجھنے لگی، اور جنکو اچھا سمجھنا سکھایا گیا تھا۔ اب میں انہیں برا خیال کرنے لگی۔ اب میں جنگوں اور انقلاب کے ہیروز کو کوئی وقعت نہ دیتی تھی۔ تشدد، جیل، جاسوسی وغیرہ اشیاء میرے نزدیک قبیح چیزیں بن گئیں —— جھوٹ سے میں اتنا خوف کھانے لگی کہ اس سے فوراً بھاگ کر دور ہو جانا چاہتی تھی ——۔

اب میری صحت بہت اچھی ہو گئی، مجھے جینے کا لطف آنے لگا۔ آج میری جسمانی حالت اس سے کہیں بہتر ہے، جو بیس سال قبل تھی —— اس کے بعد سے میں نے بہت سے گرجے دیکھے ہیں اور کئی

---

[1] یہ سٹالن کی بیٹی کے منہ سے اللہ کے قرآنی قول کا جیتا جاگتا ثبوت اور اقرار ہے۔ یعنی یہ قولِ الٰہی الا بذکر اللہ تطمئن القلوب یعنی اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

مذاہب کی عبادتیں دیکھی ہیں مسلمانوں کی کھلی فضا میں نماز کی کچھ اور ہی شان و شوکت ہے مسجدوں کے مستطیل رقبوں میں نماز ہوتی ہے۔ یہ لوگ بتوں کو تسلیم نہیں کرتے اور نہ خدائے برتر کا کوئی مجسمہ بناتے ہیں۔ میرے نزدیک سب سے بہترین عبادت خانہ تاروں بھرا آسمان ہے۔

سوئیلانہ کی یہ بات سن کر مجھے یاد آگیا کہ سنن نسائی میں ہے کہ حضور رات کو آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا کرتے تھے: ربنا ماخلقت ھذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار۔ یعنی اے ہمارے رب آپ نے اسے بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔ آپ پاک ہیں۔ پس ہمیں عذابِ دوزخ سے بچالیں —— پس ثابت ہوا کہ جو کچھ قرآن و سنت میں ہے، وہ عین انسانی فطرت کے مطابق ہے۔ یعنی جو اللہ کی حمد کریگا۔ اطمینانِ قلب حاصل کریگا۔ جو اسکی قدرت دیکھے گا۔ اس کا دل اس کے آگے سربسجود ہونے کو چاہے گا۔

ہٹلر کی رجعت اب نیشنل سوشلزم کے علمبردار ہٹلر کا انجام بھی سن لیجئے۔ روس کے سرکاری صحافی لکھتے ہیں کہ ہٹلر جس نے چرچ کے خلاف اس لئے کارروائیاں کی تھیں کہ خدا ہٹلر کی خدائی میں دخل در معقولات نہ کر سکے، اسکو موت سے پہلے اچانک خدا یاد آگیا۔ اور اسے یہ بھی احساس ہوگیا کہ بغیر نکاح کے ایک عورت کے ساتھ رہ کر وہ گناہ کا مرتکب ہوتا رہا ہے۔ جب اسکی داشتہ کو شادی کا پیغام سنایا گیا تو اسکو یقین نہ آیا۔ قصہ مختصر ہٹلر نے مرنے سے پہلے نکاح کر لیا۔[1]

مذکورہ بالا واقعات سن کر قرآن کی وہ آیت یاد آجاتی ہے جس میں عالمِ ارواح کے میثاق کا ذکر ہے۔ یوں ملحدوں کے لئے بھی اس میثاق کا عملی ثبوت فراہم ہوجاتا ہے۔

واذ اخذ ربك من بنی آدم من ظهورهم ذريتهم واشهدهم على انفسهم الست بربكم. قالوا بلى شهدنا۔ الخ (الاعراف۔ ۱۷۲) یعنی عالمِ ارواح میں جب آپکے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے انہیں کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب نے جواب دیا کہ کیوں نہیں۔ ہم سب (اس واقعہ کے) گواہ بنتے ہیں۔[2]

---

[1] ہاؤ وارز اینڈ مطبوعہ پروگریس پبلشرز ماسکو۔ ص۔ ۲۵۰ HOW WARS END P. 250. PUBLISHED 1969

[2] یہ عالمِ ارواح کے میثاق کا ہی اثر ہے جسکی یاد ہمارے لاشعور میں موجود ہے۔ جسکی وجہ سے بڑے بڑے منکرِ خدا بھی خاص موقعوں پر خدا کو پکارنے اٹھتے ہیں۔ سٹالن، ہٹلر، نپولین وغیرہ وغیرہ بہت سی مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ جہاں تک سائنس والوں کا تعلق ہے۔ تو سقراط، نیوٹن سے لیکر آئنسٹائن تک سب ہی خداپرست گذرے ہیں۔

مزید قرآن میں کئے گئے مندرجہ ذیل وعدے کی مثال بھی سامنے آجاتی ہے۔

سنریھم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق۔ (حم السجدۃ-۵۳)

یعنی عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں گردونواح میں بھی اور خود ان کی ذات میں بھی دکھائیں گے، یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائیگا کہ قرآن حق ہے۔

راقم الحروف اپنے مختلف مضامین میں یہ واضح کر چکا ہے کہ جدید سائنسی انکشافات کی وجہ سے اب نہ مذہب کا انکار ممکن رہا ہے۔ اور نہ ہی تصوف کا۔ لیکن ہمارا جدید مغربی تعلیم یافتہ طبقہ قریباً سب کا سب ہی ان انکشافات اور ان کے نتائج سے بے بہرہ دکھائی دیتا ہے۔ یہ طبقہ مغرب کے پروپگنڈے اور یورپ کی ظاہری چمک دمک سے بہت مرعوب ہے۔ نہ اسکو جدید تحقیقات جو سائنسی و معاشرتی علوم میں ہو رہی ہیں۔ ان کا کما حقہ علم ہے اور نہ ہی اسلام کا صحیح علم ہے۔ اس میں بہت کچھ کوتاہی ہمارے علماء کی بھی ہے، گنتی کے چند بڑے بڑے علماء کو چھوڑ کر عام علماء بھی اسلام سے واجبی واقفیت ہی رکھتے ہیں۔ دراصل من حیث القوم۔ ہم نے علم سے منہ موڑ لیا ہے۔ بلکہ آزادی کے بعد سے ہمارا علمی شوق اور جستجو زیادہ ہونے کی بجائے کم ہوگئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے زوال کی اصل وجہ علمی زوال ہے۔ اسوقت اس بات کی ضرورت ہے کہ مسلمانوں میں غزالی جیسی ہستیاں پیدا ہوں جو جدید علوم میں مہارت حاصل کر کے سائنسی علوم کو اسلامی رنگ میں رنگ کر انکو درسِ نظامی کا حصہ بنائیں۔ ڈاکٹر اقبال کو بھی ایک موقعہ پر یہ کہنا پڑا کہ ؎

تو اے مولائے یثرب آپ میری چارہ سازی کر
میری دانش ہے افرنگی میرا ایمان زناری

ہم دیکھتے ہیں کہ ڈاکٹر اقبال نے اپنے لیکچرز میں بعض جگہ معذرت خواہانہ رویہ اختیار کیا ہے۔ بہر حال اب جدید انکشافات کی وجہ سے کسی مسلمان کو بھی معذرت خواہانہ نظریہ اختیار کرنے کی ضرورت نہیں، اب یہ چیز یورپ کا مقدر ہو چکی ہے، اور یورپ نے اگر سنبھالا نہ لیا تو وہ خودکشی کی راہ پر جا رہا ہے۔ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے ؎

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کریگی
شاخِ نازک پہ جو آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

بالآخر ڈاکٹر صاحب کو بھی اصلیت کا احساس ہو گیا اور انہوں نے اعلان کر دیا ؎

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

یاد رہے کہ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا (ج ۱۹ ص ۱۰۱۳) کے مطابق ہٹلر نے ستاون لاکھ یہودیوں کو قتل کرایا تھا۔ یہ لوگ سول آبادی سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ ہے سوشلزم اور مغرب کی تہذیب کا ظلم اور بربریت کچھ لوگوں کا دعوی ہے کہ ہٹلر کو اس قتل عام میں پوپ پائس ۱۲ کی خفیہ تائید حاصل تھی۔ اس موضوع پر جرمن میں کتاب ROLF HOCHHTH نے لکھی ہے۔ اس کا انگریزی ترجمہ امریکہ سے شائع ہوچکا ہے۔ اس کا نام "دی ڈیپٹی" ہے۔ ناظرین اسکی طرف رجوع کرسکتے ہیں۔ دنیا کی تاریخ میں خود اپنی رعایا کا اسطرح قتلِ عام صرف سوشلسٹوں ہی نے کیا ہے۔

ذہنی غلامی کا مسئلہ آزادی ملنے کے بعد چاہئے تو یہ تھا کہ ہم مغرب کی ذہنی غلامی سے آزاد ہو جاتے۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جہاں کہیں سیاسی غلامی ختم ہو بھی جاتی ہے۔ وہاں پھر بھی نہ صرف یہ کہ ذہنی غلامی قائم رہتی ہے۔ بلکہ مزاحمت کے میکانکی سسٹم (MECHANISM OF RESISTANCE) کے ختم ہوجانے کی وجہ سے ذہنی غلامی استنے عروج پر پہنچ جاتی ہے کہ انسان کی سوچنے سمجھنے کی قوتیں سلب ہوکر رہ جاتی ہیں۔ ایسی ذہنی غلامی خاص مسلمانوں کے مغرب زدہ طبقے کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ بالشویکوں کے متعلق جنکا دوسرا نام سائنٹیفک سوشلسٹ ہے۔ ان میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔

برٹرینڈرسل یعنی بھٹو، بھاشانی، قصوری اور مجیب وغیرہ کے ہیرو نے اس سے بھی شدید خیالات کا اظہار کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں

Those who accept Bolshevism become impervious to Scientific evidence, and commit intellectual suicide[1]

(ترجمہ: جو لوگ بالشوازم (یعنی سائنٹیفک سوشلزم) کو قبول کر لیتے ہیں کہ سائنسی ثبوت و شہادت بھی ان پر کوئی اثر پیدا نہیں کرسکتی) یعنی بالکل ٹھس ہوجاتے ہیں۔

جو بات رسل صاحب پر اب منکشف ہو رہی ہے۔ قرآن اسکا اعلان چودہ سو سال کو رسل صاحب بھی دہرانے پر مجبور ہوگئے ہیں۔ اور قرآن کی حقانیت سب کے سامنے واضح ہوکر آگئی ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں: لهم قلوب لا يفقهون بها ولهم اعين لا يبصرون بها۔ یعنی ان کے قلوب ہیں مگر وہ ان سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے۔ ان کی آنکھیں ہیں لیکن وہ ان سے دیکھ نہیں پاتے۔ آخرکار آزاد خیال مفکر رسل صاحب بھی ان سوشلسٹوں کو دیکھ کر اس بات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوگئے کہ تعلیم یافتہ لوگوں کی بھی

[illegible]

---

[1] پریکٹس اینڈ تھیوری آف بالشوازم۔ مصنفہ برٹرینڈرسل۔ ص ۵۵

[illegible]

ایسی بڑی تعداد ہو سکتی ہے۔ جو صاف اور واضح دلائل اور سائنسی شہادتوں سے کوئی اثر نہ لیں اور ذہنی خودکشی میں مبتلا ہو کر آنکھیں بند کئے رکھیں۔ اسی طرح سے آیت کا ثبوت بھی سامنے آ گیا کہ : سنریھم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق۔

یاد رہے کہ پاکستان ٹائمز لاہور مجریہ ۵ر فروری ۱۹۷۰ء کی خبر کے مطابق میاں محمد علی قصوری نے رسل صاحب کو زبردست خراج تحسین پیش کیا اور کہا کہ وہ تاریخ انسانی کے سب سے بڑے انسان دوست (HUMANIST) اور عظیم ترین آزاد مفکر تھے۔ مجیب صاحب نے فرمایا کہ وہ کسی ایک قوم کے نہ تھے بلکہ وہ تمام انسانیت کے لئے تھے۔ عوامی لیگ کے نائب صدر مشتاق احمد نے فرمایا کہ ان کے انتقال سے ذہنی خلا پیدا ہو گیا ہے، اور دنیا اس عظیم مفکر سے جو استحصال کے خلاف جنگ کرتا رہا ہے محروم ہو گئی ہے۔ پاکستان ٹائمز مجریہ ۷۰-۲-۶ کے مطابق بھاشانی صاحب نے انہیں نہ صرف موجودہ دور کا سب سے بڑا انسان دوست قرار دیا بلکہ اسکی بخشش کی دعا بھی مانگی[1] روزنامہ مشرق مجریہ ۴ر فروری ۱۹۷۰ء کے مطابق بھٹو صاحب نے برٹرینڈ رسل کو دنیا کے لئے عموماً اور ان لوگوں کے لئے خصوصاً عظیم نقصان قرار دیا جو کہیں بھی ظلم و ستم کے خلاف جدوجہد کر رہے ہوں[2] امریکن حکومت برٹرینڈ رسل کے کسقدر خلاف ہے۔ اسکا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ تادم تحریر لاہور میں امریکن سنٹر کی لائبریری میں ان کی ایک کتاب بھی موجود نہیں۔

برٹرینڈ رسل اور مارکس | ہم حیران ہیں کہ مذکورہ بالا لیڈر برٹرینڈ رسل کو عظیم ہیرو سمجھنے کے باوجود ان کے

---

[1] مولانا کہلوانے والے یہ لیڈر قرآن سے اس قدر ناواقف تھے کہ انکو یہ بھی معلوم نہیں کہ قرآن کی رو سے کسی غیر مسلم کے لئے بخشش کی دعا مانگنا حرام ہے۔ یا پھر وہ قرآنی احکام کی پابندی ضروری نہیں سمجھتے تھے۔

[2] مشہور سوشلسٹ رسالہ "نصرت" نے برٹرینڈ رسل کو سوشلسٹ اور عظیم انسان قرار دیتے ہوئے اس کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے ایک طویل مضمون لکھا۔ اس میں ایک جگہ لکھتے ہیں :

" وہ سوشلسٹ بن گئے، ورثے میں جو تھوڑا بہت سرمایہ ملا تھا۔ ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا اور اپنے ہاتھوں سے کمائے ہوئے روپے پر گذر اوقات کرنے لگے۔ اپنی تمام دوستیوں اور شاہانہ طرز زندگی کو ختم کر دیا۔ بھائی کا چھوڑا ہوا خطاب "ارل" استعمال کرنے سے صاف انکار کر دیا۔"

(ماہنامہ نصرت بابت مارچ ۱۹۶۷ء)

انکار سے اتنے نابلد کیوں ہیں کہ سوشلزم و قومی ملکیّت کو ہر دکھ کا مداوا سمجھ بیٹھے ہیں۔ اگر واقعی ان لوگوں نے رسل کی کتب کا مطالعہ کیا ہوتا تو کبھی سوشلزم اور قومی ملکیّت کے گن نہ گاتے۔ اس بات سے بھی ہمارے نظریہ کی تائید ہو جاتی ہے کہ بڑے جغادری لیڈر بھی علم کے معاملے کتنے کورے ہیں۔

برٹرینڈ رسل نے ایک مضمون لکھا عنوان ہے۔ "میں کمیونسٹ کیوں نہیں ہوں" یہ مضمون ۱۹۵۶ء میں شائع ہوا۔ اس میں آپ یوں رقمطراز ہیں:

In relation to any political doctrine there are two questions to be asked: 1- Are its theoretical tenets true? 2- Is it practical policy likely to increase human hapiness? For my part, I think the theoretical tenets of communism are false, and I think its practical maxims are such as to produce an immeasurable increase in human misery ...... I have always disagreed with Marx. My first hostile criticism was published in 1896. But my objections to modern communism go deeper than my objections to Marx.[1]

ترجمہ: کسی سیاسی نظریہ کے متعلق دو سوالات پوچھے جاتے ہیں: ۱۔ کیا اس کے نظریاتی اصول درست ہیں۔؟ ۲۔ کیا اسکی حکمت عملی سے انسانی خوشی میں اضافہ ہوگا۔؟ جہاں تک میرا تعلق ہے، میرا خیال یہ ہے کہ کمیونزم کے نظریاتی اصول جھوٹے یعنی غلط ہیں۔ اور اس کے عملی اصول ایسے ہیں جو انسانی مصیبتوں اور پریشانیوں میں لامحدود اضافہ کر دیتے ہیں۔ (باقی آئندہ)

---

[1] دی بیسک رائٹنگز آف برٹرینڈ رسل ص ۴۷۹، ۴۸۰